ناقابلِ تسخیر

The Invincible

محمد جبران
ایم فل اسکالر

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

ناقابل تسخیر

ایک ایسے انسان کی کہانی جس نے اپنے لڑکپن میں ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ بڑا ہو کر ناقابل تسخیر بنے گا اور پھر اس ٹھوس ارادے کے ساتھ ہی اس کی ذات سے وہ کارنامے سرزد ہوتے چلے گئے کہ دیکھنے والے دنگ رہ گئے۔ اس نے نہ صرف اپنے تمام حریفوں کو اٹھا کر پچھاڑ دیا بلکہ آنے والی کئی نسلوں تک کے لئے وہ ایک مثال بن گیا۔

محمد جبران ایم فل اسکالر

پاک سوسائٹی کے تحت شائع ہونے والے ناول " ناقابل تسخیر" کے حقوق طبع و نقل بحق ویب سائٹ Paksociety.com اور مصنف (محمد جبران) محفوظ ہیں۔

کسی بھی فرد، ادارے ، ڈائجسٹ، ویب سائٹ ، ایپلیکیشن اور انٹرنیٹ کسی کے لئے بھی اس کے کسی حصے کی اشاعت یا کسی بھی ٹیوی چینل پر ڈرامہ و ڈرامائی تشکیل و ناول کی قسط کے کسی بھی طرح کے استعمال سے پہلے پبلشر (پاک سوسائٹی) سے تحریری اجازت لینا ضروری ہے۔ بہ صورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی اور بھاری جرمانہ عائد کرنے کا حق رکھتا ہے۔

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

وہ رات بہت ڈرائونی تھی۔ اس لئے نہیں کہ صرف بھیانک اندھیرا تھا جس میں کڑاکے کی بارش ہو رہی تھی بلکہ اس لئے بھی کہ لائٹ نہیں تھی اور پیارے پاکستان میں اس قسم کی راتیں آجانا کوئی انہونی بات نہیں۔ لیکن اس رات جب ہر کوئی سردی سے ٹھٹھرتے ہوئے اپنے بستروں میں دبک کر سویا ہوا تھا تو ایسے میں اُس کے ارادوں کو ابھی تک نیند نہیں آئی تھی۔ اس کے جذبے باہر کے طوفانی شور شرابے سے ڈر کر ختم نہیں ہوئے تھے۔ وہ تنہا اپنے کمرے میں دنیا کے ہنگاموں سے بے نیاز اپنے خوابوں کی دنیا میں مگن، ایک سونے کے محل کو تنکوں کی مدد سے تعمیر کرنے میں مصروف تھا۔

وہ اپنے سامنے بتیس جانبازوں کی ایک فوج سجائے انہیں آپس میں لڑائے بیٹھا تھا۔ چونسٹھ خانوں کے اس کھیل میں وہ خود ہی اپنا حریف تھا اور خود سے جیتنا ہی اس کا اصل امتحان۔ کمرے میں ٹیبل پر ہائی پاور بیٹری روشن کئے اپنے دونوں ہاتھ ماتھے پر رکھے وہ ایک شدید ذہنی کشمکش میں مبتلا تھا۔ وہ جس کرب اور تکلیف سے گذر رہا تھا وہ اس کے چہرے سے عیاں تھی۔ سوچنے کے دوران کبھی وہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر اسے کچلنے لگتا تھا، ایسی اذیت آج تک کسی کھیل میں نہیں دیکھی گئی جس کا وہ مظاہرہ کر رہا تھا۔ وہ کھیل ہی ایسا ہے کہ اچھے اچھوں کی عقل ہی مائوف ہو جاتی ہے۔ وہ جس بساط کو میز پر سجائے چالیں چل رہا تھا اس کے لئے پھر انہی کیفیات سے گزرنا لازمی ہو گیا تھا۔ کیونکہ اپنی آئندہ زندگی میں اس نے جس کھیل کا انتخاب کیا تھا وہ دنیا کا مشکل ترین کھیل تھا۔ اسے آج بھی لوگ پیشہ ورانہ طور پر اپناتے ہوئے لاکھ دفعہ سوچتے ہیں۔

وہ پہلے اپنی چال چلتا پھر اپنے حریف کی حیثیت سے خود ہی اس کی مخالف چال سوچنے میں دس سے پندرہ منٹ اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ وقت صرف کر دیتا تھا۔ جب اسے کھیل کی باریکیوں کی سمجھ آنے لگتی تو غیر ارادی طور پر اس کی آنکھوں میں ایک چمک آجاتی تھی اور وہ خوشی سے جھوم اٹھتا تھا۔ اسے اس کھیل میں ٹینشن برداشت کر کے جتنا مزہ آتا تھا وہ بیان سے باہر تھا۔ پس یہی اس کا جنون تھا جو اسے آئندہ آنے والے دنوں میں عالمی افق پر ناقابلِ تسخیر بنانے والا تھا۔

اس ایک لفظ نے اس کی زندگی ہمیشہ کے لئے بدل کر رکھ دی تھی۔ اب وہ وہی پرانا لاابالی سا، ایک کھلنڈر لڑکا نہیں رہا تھا بلکہ اب اس کے مزاج میں پختگی آتی جا رہی تھی۔ وہ اپنی زندگی کو اب سنجیدہ لینا شروع ہو گیا تھا، ناقابل تسخیر جیسے بھاری بھرکم لفظ نے اس کی سوچوں کے تار ہلا دیئے تھے۔ یہ بہت پرانی بات نہیں تھی کہ وہ ایک شام اپنے گھر کے برآمدے میں اپنی ماں کے ساتھ بیٹھا لڈو کھیل رہا تھا کہ اس کے اختتام پر ایک دم سے اس نے ایسا سوال کیا کہ اس سے اس کی ماں چونکے بغیر نہ رہ سکی۔

"مما یہ ناقابل تسخیر کیا ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟" بظاہر خلاف توقع اس معصومانہ سوال نے اس کی ماں کو چونکا دیا تھا، ابھی اس کی اتنی عمر بھی نہیں تھی کہ وہ اس قسم کے سوال کرتا۔

"بیٹا تم نے یہ لفظ کہاں سے سیکھ لیا؟۔۔۔ سچی بتاؤ کیا اسکول میں کسی نے کہا؟"

"نہیں مما۔۔۔۔ یہ میں نے ایک کہانی میں پڑھا۔۔۔ بتائیں ناں یہ کیا ہوتا ہے؟"

"بیٹا ناقابل تسخیر وہ ہوتا ہے جسے آج تک کوئی شکست نہ ہوئی ہو یعنی وہ کبھی ہارا نہ ہو بلکہ ہر میدان میں فتح اس کا مقدر بنی ہو۔ لیکن تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"مما کیا کوئی آج تک ایسا انسان پیدا ہوا جسے کبھی شکست نہ ہوئی ہو؟۔۔۔ کہانی میں تو لکھا تھا کہ عمرو عیار ناقابل شکست ہے، کیا وہ واقعی ناقابل شکست ہے؟ کیا یہ سچ ہے۔۔۔ بولو نہ مما؟"

"نہیں بیٹا وہ تو فرضی کہانی ہے، اصل فاتح تو سکندر اعظم تھا جس نے آدھی دنیا فتح کی تھی اور وہ واقعی ناقابل شکست تھا۔۔۔"

"مما کیا میں کبھی ناقابل شکست بن سکتا ہوں؟ میں بھی کبھی ہار تسلیم نہیں کروں گا ہاں۔۔۔۔ کبھی نہیں کروں گا۔۔۔" اس کی اس معصومانہ ادا کو دیکھتے ہوئے ماں نے ممتا کے ہاتھوں مجبور ہو کر بے اختیار اسے اپنے سینے سے لگا کر مضبوطی سے اپنی بانہوں میں دبا لیا۔ کچھ دیر وہ یوں ہی اسے اپنی ڈھال میں سمیٹے رہی اور پھر اس کی آنکھوں سے بے رنگ قطرے بہنے لگے۔ اس نے فوراً انہیں صاف کیا اور اسے اپنی نظروں کے سامنے لا کر پیار سے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور کہا۔

"ہاں انشااللہ تم تمام عمر ناقابل شکست رہو گے۔ میری دعا ہے کہ دنیا کی کوئی مخالف قوت تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گی۔" پھر اس نے بے اختیار اس کے ماتھے پر اپنے ہونٹوں سے ممتا کی چاہت کا نشان ثبت کر دیا۔

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

بس وہ شام تھی اور اب یہ طوفانی رات اس کی زندگی میں بھونچال آگیا تھا۔ اس نے اپنی زندگی کے سفر کے لئے شطرنج جیسے مشکل ترین کھیل کا انتخاب کیا تھا۔ اسکول کے زمانے سے ہی اس نے اس پر محنت شروع کردی تھی۔ وہ جوان ہو رہا تھا اور اسکول کی ابتدائی مشکلات کو عبور کرتے ہوئے اب وہ کالج میں آگیا تھا، تعلیم کے ساتھ ساتھ اسے اپنے جنون کو تسکین بھی پہچانی تھی۔ وہ مقامی شطرنج کلب کا ممبر بن گیا تھا جہاں سے اس نے اپنی تربیت کا آغاز کیا تھا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کا یہ جنون، بعدازں دیوانگی میں بدل جائے گا۔ پھر وہی دیوانگی جب شطرنج کے بورڈ پر ایک آرٹ بن کر ابھرے گی تو اپنے تو اپنے پرائے بھی اسے اپنا استاد تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس کھیل کو مکمل طور پر سیکھنے میں اس نے نا تو دن کی پراوہ کی اور نہ ہی رات کی۔ نہ روشنی کی اور نہ ہی روشنی کی عدم موجودگی کی اس مسئلے کا حل اس نے پاور بیٹری کی صورت میں نکال لیا تھا۔

شطرنج ایک ایسا آرٹ ہے جسے ماہرین نے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ابتداء، درمیانہ کھیل اور اختتام۔ ماہرینِ شطرنج ہر حصے پر مکمل عبور رکھنے پر زور دیتے ہیں جبکہ پہلے مرحلے میں اینڈ گیم **End Game** پر خاص طور سے پریکٹس کرنے کا کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اینڈ گیم سب سے مشکل ہوتی ہے اور اس کی بنیادی باتیں سیکھنے میں پورے کھیل کے آئیڈیاز کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ اس وقت وہ کھیل کے درمیانے حصے میں مصروف تھا، ابتدائی کھیل ہو چکا تھا جس پر اس نے کم و بیش دو گھنٹے صرف کئے تھے تاکہ ہر چال کی وہ ہر زوایئے سے خوب اچھی طرح سے جانچ پڑتال کرلے۔ وہ کھیل کو محض تفریح نہیں لیتا تھا بلکہ وہ اسے نکتہ عروج تک پہنچانا چاہتا تھا۔ اس کو اس کھیل کی پریکٹس کرتے ہوئے قریباً دس سال بیت چکے تھے۔ وہ اب اس کھیل کا ماسٹر بن چکا تھا مگر پھر بھی میدان میں نہیں اترا تھا وہ چاہتا تھا کہ جب ایک بار وہ سب کی نظروں میں آئے تو اس کی گرد کو بھی کوئی چھو نہ سکے۔ وہ اپنی زندگی میں شطرنج کے کسی مقابلے کو ڈرا بھی نہیں کرنا چاہتا تھا، اس کی آرزو تھی کہ کوئی اس کے برابر نہ آسکے مگر وہ دل سے بہت عاجز تھا، غرور و تکبر کو پاس بھی بھٹکنے نہیں دیتا تھا۔ مگر کھیل کے وقت وہ اس قدر ڈوب جاتا تھا کہ اسے اپنی پرواہ نہیں ہوتی تھی۔

اس وقت بھی وہ اِسی کیفیت سے دوچار تھا، چالوں کے اندر سے مزید نئی چالیں نکال لینا، اس کے الٹے ہاتھ کا کھیل تھا اور اب وہ اس آرٹ کا ماہر بن گیا تھا۔ اپنی زندگی کا قیمتی ترین وقت اور خون پسینہ اس نے اس میں لگایا تھا مگر اب بھی اسے ذہنی آسودگی نہیں ہوئی تھی۔ ایسے میں پہلے ایک زوردار بجلی چمکی اور کچھ دیر بعد باہر ایک زوردار گڑگڑاہٹ ہوئی اور کمرے کے در و دیوار بری طرح سے ہل گئے۔ مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا، اسی طرح ہاتھ اپنی ٹھوڑی پر رکھے کھیل کو مزید آگے بڑھانے میں مصروف تھا۔ کئی بار ایسا بھی ہوا کہ اسے کئی چالیں پیچھے جا کر ایک بار پھر سے کھیل کو وہیں سے شروع کرنا پڑا جہاں وہ چند چالیں قبل تھا، دراصل وہ ہر ممکنہ چال

کا خوب باریک بینی سے تجزیہ کرنے کی غرض سے یہ سب کچھ کرتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے کھیل میں ذرا برابر بھی کوئی جھول باقی رہے اسی لئے وہ چالوں کو گھما پھرا کر پھر دوبارہ سے انہیں کھیلنے کی کوشش کرتا تھا۔ اس کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ مشکل میں ڈال سکے۔ کیونکہ وہ جس قدر خود کو ذہنی اذیت میں مبتلا رکھتا اسی قدر وہ اس آرٹ کے مزید رموز سے واقفیت حاصل کر سکتا تھا۔ پھر وہ وقت دور نہیں تھا کہ جب قدرت اس پر مہربان ہوتی اور وہ میدان عمل میں آجاتا۔

اس نے یہ کھیل شطرنج کے مقامی کلب سے وہاں کے استادوں سے سیکھا پھر بعد ازاں اسے اپنے طور پر مختلف لائبریوں میں اور انٹرنیٹ پر پھر بھی سرچ کرکے اس کے رازوں کو پانے کی کوشش کی تھی۔ وہ جب بھی کوئی نئی چال سیکھتا تو گھر آکر اس کی بار بار پریکٹس کرتا اور پھر اسی چال کو الٹ کر اس کی مخالف چال کو خود سے دریافت کرنے کی کوشش کرتا۔ کئی بار وہ اس مرحلے میں خاصی کامیابی حاصل کر لیتا تو بہت بار اسے کامیابی نصیب نہ ہوتی مگر وہ پھر بھی لگا رہتا اور اپنے رب کی مدد کا ہر بار انتظار کرتا رہتا۔ یہ ایسا کٹھن سفر تھا کہ جس کے لئے اس کا سر جوڑ کر بیٹھنا اور اس پر وقت صرف کرنا بہت ضروری تھا۔ ورنہ جو خواب اس نے اپنی زندگی کے لڑکپن میں دیکھا تھا وہ شاید کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہ ہو پاتا۔ یہ اس کا جنون، مسلسل محنت اور اپنے مقصد کی طرف مکمل توجہ مرکوز رکھنے کا ہی نتیجہ تھا کہ اسے ابتداء سے ہی بڑی تعداد میں چالوں کے اعتبار سے کامیابیاں ملنا شروع ہو گئیں تھیں۔ وہ نت نئی چالیں دریافت کرتا جا رہا تھا اور اس فن کے گہرے سمندر میں اترتا چلا جا رہا تھا۔ مگر ناقابل تسخیر بننے کے لئے اسے پاتال کی آخری حد کو چھونا تھا تبھی جا کر وہ آسمان کی بلندیوں کو چھو سکتا تھا اسے آنے والی آندھیوں کے سامنے سر تسلیم خم کرنا تھا تب جا کر وہ ایک تناور درخت کی شکل اختیار کرتا۔

اسکول کے دنوں سے شروع ہونے والا یہ سفر اب کالج کی چاردیواری میں آگیا تھا۔ اس کا تعلیمی کیریئر کوئی خاص نہیں تھا بس وہ ہر جماعت میں پاس ہو جاتا تھا تو والدین اس کی خواہش کے سامنے چپ سادھ لیتے تھے۔ ان کی فرمائش بھی یہی تھی کہ ان کا بیٹا کم از کم اپنی بنیادی تعلیم ضرور حاصل کر لے۔ وہ اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا اور اکلوتا ہونے کی وجہ سے والدین کا سارا پیار بھی اسی کے حصے میں آیا تھا۔ اس نے ملتان کے ایک اوسط درجے کے گھر میں آنکھ کھولی تھی۔ والد ایک کالج ٹیچر تھے جو تھوڑا بہت کما رہے تھے وہ انہوں نے اپنے بیٹے کی خواہش کے سامنے قربان کر دیا تھا اور والدہ گھر میں رہ کر اپنے بچے کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کر رہی تھیں۔ انہوں نے اپنے بچے کا نام سالار رکھا تھا اور ان کی خواہش تھی کہ بڑا ہو کر یہ سالارِ اعظم بنے گا۔ اب حالت یہ تھی کہ اپنے بیٹے کو

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

شطرنج کے لئے اس طرح مگن دیکھ کر انہیں اپنے رب پر پختہ یقین تھا کہ وہ آگے چل کر شطرنج کی دنیا کا سالارِ اعظم بنے گا۔ مگر سالار پر تو محض بادشاہ نہیں بلکہ ناقابلِ تسخیر بننے کی ایک دھن سوار تھی۔ وہ سکندرِ اعظم کی طرح آدھی دنیا فتح کرنے کا خواہش مند تھا اور اسی کی طرح ناقابلِ تسخیر بننا چاہتا تھا۔

پھر رات کا وہ پہر شروع ہوا جب اگلے چند پہروں میں رات نے صبح کی آغوش میں چلے جانا تھا، رات اور صبح کا یہ ملاپ کوئی سالار جیسا دیوانہ ہی سمجھ سکتا تھا جو شطرنج کے عشق میں اس قدر ڈوب جاتا تھا کہ اس کے علاوہ اسے کہیں چین نصیب نہیں ہوتا تھا۔ یہ ان دونوں کا انوکھا رشتہ تھا جو شاید کسی کی سمجھ میں نہ آتا جب تک کہ وہ خود شطرنج کے عشق میں نہ گرفتار ہو جاتا۔ پھر آہستہ آہستہ اسے نیند کے ہچکولے آنے لگے اور وہ اسی طرح جھٹکے لیتا ہوا کرسی پر اپنی آنکھوں کو سمیٹ کر سو گیا۔ سامنے میز پر دونوں طرف بے جان فوجیں اسی طرح محاذ پر اپنے اپنے مورچے طانے کھڑی ہوئی تھی اور اس خوفناک رات میں طوفان ہر پہر بڑھتا جا رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وقت کی ڈور بے لگام ہوتے ہوئے سالار کو لڑکپن سے جوانی کی دہلیز پر لے آئی تھی اور اب وہ تاریخ کے مضمون میں ماسٹرز کر چکا تھا۔ بالکل اسی طرح اس کے والدین بھی اپنی جوانی کو خیر بعد کہہ کر بڑھاپے کو گلے لگا چکے تھے۔ والد صاحب نے اپنی نوکری تمام کر کے جو کچھ کمایا تھا وہ سالار کے بینک اکاؤنٹ میں جمع کرا دیا تھا۔ اس کے علاوہ وہ جوانی میں چھوٹا موٹا کاروبار بھی کر چکے تھے جس سے کافی رقم جمع ہو گئی تھی۔ اب عملی زندگی کی کمان سالار کے ہاتھ میں تھی اس نے ملتان میں اپنا سب بار گھر بار بیچ کر لاہور شفٹ ہونے کا پروگرام بنا لیا اور پھر وہ سب لاہور آکر بس گئے۔ اس کے اکاؤنٹ میں والد صاحب کی کمائی ہوئی اتنی رقم ضرور تھی کہ وہ اپنے بڑھاپے تک اسے خوب اچھی طرح سے خرچ کر سکتا تھا۔

سالار نے لاہور میں اسی طرح کا ایک متوسط گھر خرید لیا تھا اور اپنے آپ کو شطرنج کی دنیا میں باقاعدہ آزمانے کے لئے اس نے پہلی بار آل پاکستان شطرنج ٹورنامنٹ میں حصہ لینے کے لئے اپنا نام رجسٹر کروا لیا تھا۔ لاہور کے ایک فائیو سٹار ہوٹل میں اس ٹورنامنٹ کی ابتدائی تقریب منعقد کی گئی۔ جہاں پر ملک بھر سے شطرنج کی دنیا کے بڑے بڑے کھلاڑی حصہ لینے کے لئے پہنچے تھے۔ ان میں کچھ کھلاڑی سالار کی طرح بھی تھے جو پہلی بار اس ٹورنامنٹ میں حصہ لے رہے تھے۔ اس زبردست تقریب میں اس وقت کے پنجاب کے گورنر بھی شرکت کرنے آئے تھے۔ وہ اس تقریب کے مہمان خصوصی تھے اور جب انہیں ڈائس پر اپنے تاثرات بیان کرنے

http://paksociety.com

کے لئے اس بلایا گیا تو وہ نہایت پر وقار انداز میں چلتے ہوئے ڈائس پر آئے۔ اس دوران ان کا تالیوں کی گونج میں شاندار استقبال کیا گیا۔ ابتدائی گفتگو کے بعد وہ کہنے لگے:

"میرے شطرنج کے تمام عزیز ساتھیوں مجھے یہ بات گہرے دکھ اور غم کے ساتھ کہنی پڑ رہی ہے کہ اس وقت عالمی سطح پر کوئی بھی ایسا پاکستانی نہیں ہے جو گرینڈ ماسٹر ہو یا ایک بار ورلڈ چیمپئین بنا ہو۔ یہ بات ہمارے لئے بہت افسوس کی بات ہے کہ اس صحت مند کھیل سے دوری ہمارے معاشرے کو بری طرح سے دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے۔ ہمارے نوجوان کھیل کو چھوڑ کر دیگر غیر ضروری اور غیر اخلاقی کاموں میں مصروف ہو گئے ہیں۔ جس میں ایک لعنت نشے کی بھی ہے جسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے اشد ضروری کہ انہیں شطرنج جیسے عظیم کھیل کی طرف لایا جائے تا کہ وہ آنے والے وقتوں میں ملک کا نام عالمی سطح پر روشن کر سکیں۔ وہ معاشرے جن میں کھیل و تفریح کی سرگرمیاں معدوم ہو جاتی ہیں وہ آہستہ آہستہ جام ہو کر موت کو آواز دینے لگتے ہیں۔ کھیل نہ صرف جسمانی طور پر ہمارے لئے بہت ضروری ہے بلکہ اگر بات شطرنج کی ہو تو یہ ذہنی طور پر بہت مفید کھیل ہے۔ لیکن میں اس سب کچھ کے باوجود اپنی قوم سے قطعاً مایوس نہیں ہوں۔ یہ وہ نوجوان نسل ہے جنہوں نے انشاللہ پوری دنیا میں اپنی کامیابی کے جھنڈے گھاڑنے ہیں مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ ہمیں اپنی سرگرمیوں کا مکمل طور پر احساس ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم معاشرتی بیماریوں کی دلدل میں دھنس کر پھر کبھی بھی اس سے باہر نہ نکل سکیں۔۔۔۔۔۔۔۔اس کے بعد میں آخر میں آپ سب کا بے حد مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اتنی عزت افزائی دی۔ اس امید کے ساتھ کے پاکستان کو خدا ہمیشہ اپنی حفظ و امان میں رکھے اور یہ چاند یہ تارا ہمیشہ یوں ہی لہراتا رہے۔ آمین۔ پاکستان زندہ باد۔۔۔"

ان کی قدرے جذباتی تقریر سے ہال ایک بار پھر سے تالیوں سے گونج گیا اور اس کے بعد ہر ٹیبل پر دو دو کھلاڑیوں کا میچ آپس میں شروع کرنے کا بگل بج گیا۔ ہال میں کوئی سولہ میز کرسیاں موجود تھیں جن پر بتیس کھلاڑی براجمان تھے اور یہ مقابلہ آل پاکستان شطرنج چیمپئن کے انتخاب کے لئے تھا۔ اسی میز پر دو گھڑیاں رکھی ہوئی تھیں جو ہر کھلاڑی کو وقت بتانے کے لئے موجود تھیں۔ تیس تیس منٹ یکساں طور پر ہر کھلاڑی کو دیئے گئے تھے اور یہ تیس سے الٹی گنتی کا آغاز کرتی تھیں۔ دو گھڑیاں آپس میں جڑی ہوئی تھیں، جن کے اوپر دو بٹن لگے ہوئے تھے۔ اس کا طریقہ کار یہ تھا کہ جو کھلاڑی اپنی چال چل لیتا تھا وہ اپنے ہاتھ کی مدد سے بٹن پریس کر دیتا تھا تو اُس کا اپنا وقت رک جاتا تھا تو اس کے سامنے موجود اس کے مخالف کھلاڑی کا شروع ہو جاتا تھا۔ کھیل کا اصول یہ ہے کہ

http://paksociety.com

کسی کھلاڑی کا بھی مقررہ وقت ختم ہو جائے تو مخالف کھلاڑی کی فتح سمجھی جاتی ہے چاہے بورڈ پر اس کی حالت کتنی ہی خراب کیوں نہ ہو اور میچ ڈرا ہونے کی صورت میں ادھا پوائنٹ مل جانا تھا اور جیت کی صورت میں ایک پوائنٹ۔ جبکہ ڈرا ہونے کی صورت ایک اور میچ مل جانے کے اصول پر میچوں کا آغاز ہوا۔ اس کے علاوہ ہر کھلاڑی کے پاس ایک اسکور شیٹ موجود تھی جس میں وہ ہر چال کا باقاعدہ اندراج کرتا تھا۔ یوں شطرنج کی گاڑی رواں دواں تھی۔

اس ٹونامنٹ کو چار حصوں میں مقسم کیا گیا تھا پہلے مرحلے میں جو فاتحین ابھر کر سامنے آنے تھے پھر ان کا مقابلہ دیگر سے ہونا تھا۔ جبکہ ٹونامٹ کا فائنل دو بہترین کھلاڑیوں کے درمیان اس کے اگلے روز رکھا گیا تھا۔ سالار نے اپنے حصے کے پہلے دو میچز تو آسانی سے جیت لئے مگر شام کے وقت جب تیسری مرحلے میں اس کے کھیل کا وقت شروع ہوا تو وہ اپنی دونوں کہنیاں ٹیبل پر رکھے ہاتھوں سے ماتھے کو تھامے بری طرح سے الجھا ہوا تھا۔ وقت تیزی سے پھلانگتا ہوا گزر رہا تھا اور اس کا مخالف کھلاڑی فاتحانہ انداز میں اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتا ہوا سالار کو طنزیہ انداز میں گھورتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ اس کی عمر کوئی چالیس کے لگ بھگ رہی ہو گی اور معلوم ایسا ہو تا تھا یہ سالار کی آخری گیم ہو۔ پہلے پانچ منٹ تو کھیل تیزی سے جاری رہا مگر پچیسویں منٹ سے شروع ہونے والا وقت اب پانچ منٹ پر پہنچ گیا تھا اور سالار تھا کہ اپنے ذہن میں کہیں بری طرح سے الجھا ہوا تھا۔ واضح لگ رہا تھا کہ کھیل اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا اور شکست اس کا مقدر بنے گی۔ کیونکہ مڈل گیم شروع ہوتے ہی وہ ایک دم سے رک گیا، مگر شاید وہ یہ بھول گیا تھا کہ اس کے رکنے سے وقت نہیں رکنے والا تھا اس کی گھڑی کے ہندسے تیزی سے دوڑ رہے تھے۔ اور اب اس کے مخالف کو مکمل یقین ہو چکا تھا کہ اس نے سالار کو پھنسا دیا تھا اس کے سوچنے کے چکروں میں ہی گیم ختم ہو جانی تھی۔ وہ دل ہی دل میں نہ جانے کون سے سہانے خواب بُن رہا تھا۔ وہ وقت پھر پانچ منٹ سے چار پر پہنچا اور پھر دوڑتا ہوا جوں ہی تین سے کم ہونے شروع ہوا۔ سالار نے ایک دم سے اپنی گھوڑی کی ایک ایسی چال چلی کہ اس کا مخالف کھلاڑی محاوراتاً نہیں بلکہ حقیقتاً اچھل پڑا۔ ایسا لگا کہ جیسے اسے کسی نے سوئی چبھو دی ہو۔ چال چلتے ہی سالار نے اپنا بٹن پریس کیا تو مخالف کھلاڑی کا وقت آٹو میٹک انداز میں شروع ہو گیا۔

جبکہ سالار کے چہرے کے تیور اب بھی نہیں بدلے تھے وہ اسی طرح اپنے نچلے ہونٹ کو کاٹتے ہوئے بورڈ کو گھورے جا رہا تھا اس نے ایک بار بھی اپنے مخالف کھلاڑی کی جانب نہیں دیکھا تھا۔ اس بار لمبی مونچھوں والے نے اپنا سر تھام لیا۔ اب اسے فوری فیصلہ کرنا تھا کہ وہ کون سی چال چلے کیونکہ وہ سالار کو مزید سوچنے کا کوئی وقت نہیں دینا چاہتا تھا تاکہ اس پر زیادہ سے زیادہ پریشر ڈال

http://paksociety.com

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف
ایڈ فری لنکس
ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ
ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ کا ایک پیج پر
کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety
پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1
پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

http://paksociety.com

سکے سو اس نے دو تین بار ری چیک کر کے بر اسامنہ بناتے ہوئے اپنے حصے کی چال چل دی اور بٹن پریس کر دیا۔ بٹن پریس ہونے کے ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں سالار نے سوچ کر اپنی چال فوری چل دی اور ساتھ ہی بٹن بھی پریس کر دیا۔ اب الٹا پریشر مونچھوں والے پر پڑتا جا رہا تھا۔ اس نے بے بسی سے پہلو بدلتے ہوئے اپنے ماتھے پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔ اس کی پریشانی اب صاف طور پر اس کے چہرے سے عیاں تھی۔

سالار نے اسے زبردست نفسیاتی ڈاج دیا تھا، پہلے اسے اس قدر انتظار کروایا تا کہ وہ ذہن میں جو کچھ سوچ کر بیٹھا تھا وہ فتح کے جذبے کی وجہ سے رفتہ رفتہ بھول جائے اور پھر ایک دم سے مشکل ترین چال چل دی تا کہ اُسے گیم میں واپسی کا موقعہ ہی نہ ملے۔ البتہ ہوا بھی ایسے ہی کہ وہ وقت سے پہلے ہار گیا۔ جو ذہنی طور پر ہار گیا ہو وہ عملی طور پر بھی شکست قبول کر لیتا ہے۔ مونچھوں والے کی جو مونچھیں اب تک فتح کے خواب کی وجہ سے کھڑی ہوئی تھیں وہ ایک دم سے گر گئیں۔ اس کے چوڑے کندھے بھی جھک گئے تھے اور یہ ایسا گہرا نفسیاتی داؤ تھا جسے وہ شاید برداشت نہیں کر سکا اور اگلی چند چالوں میں ہی اس نے ڈھیلے کندھوں سے اپنی شکست قبول کرتے ہوئے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیئے حالانکہ ابھی کافی ٹائم پڑا ہوا تھا۔ سالار ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس سے ہاتھ ملایا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنے حصے کی چال اسکور شیٹ پر لکھی، اس پر دستخط کئے پھر اسے فولڈ کر کے جیب میں ڈال دیا۔

اس کے بعد وہ ٹیبل سے باہر نکلا اور گھوم کر اپنی کرسی کی پشت سے اس نے کوٹ اٹھا کر پہن لیا۔ وہ کچھ دیر وہاں کی انتظامیہ کے ساتھ رہا چند ضروری چیزوں کے بعد وہ فائیو سٹار ہوٹل کی بلڈنگ سے باہر نکلا اور پارکنگ سے رکشہ پکڑ کر وہاں سے چلا گیا۔ واقعی اس کے پاس اس وقت تک کوئی کار نہیں تھی اور وہ اپنی معمولات زندگی رکشے کے ہی مدد سے گزار رہا تھا۔۔۔۔ آج کا دن اس کے لئے ایک بہترین دن ثابت ہوا تھا اور وہ واقعی کوئی گیم نہیں ہارا تھا مگر معلوم نہیں یہ فتح کتنا عرصہ باقی رہنی تھی۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

آج فائنل تھا، سالار اپنی کرسی پر بیٹھا اپنے مخالف کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کا نام انیس رضا تھا جو اس سے قبل پانچ بار آل پاکستان شطرنج چیمپئن رہ چکا تھا۔ اس کو اپنے آپ میں بے انتہا غرور تھا امیر زادہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی نمائش بھی خوب کرتا تھا۔ اس کی اپنی کئی گاڑیاں اور گارڈز تھے جو ہر وقت اس کے ساتھ سائے کی طرح چپکے رہتے تھے۔ لاکھوں کا سوٹ زیب تن کرتا تھا اور وہ پاکستان کی عالمی سطح پر بھی کئی بار نمائندگی کر چکا تھا۔ اس میں سب سے دلچسپ بات یہ تھی کہ وہ ہر بار ہار جاتا تھا مگر واپس آکر اخبارات اور

http://paksociety.com

دیگر ذرائع ابلاغ کا استعمال کر کے اپنے حق میں خوب اشتہار بازی کراتا تھا اور لوگوں کو اپنے بارے میں جھوٹے قصے سنا کر رام کرنے کی کوشش کرتا کہ وہ گوروں کو کس طرح الو بنا کر جیت اپنے نام کر لیتا تھا۔ گزشتہ کچھ عرصے سے اس نے انتظامیہ کو اپنے ساتھ ملا کر باقاعدہ سازشیں کرنا شروع کر دی تھیں۔ وہ اپنے مخالفین کو پیسے دے کر خود فتح سمیٹ لیتا تھا اور اخباری نمائندوں کو بلا کر اپنی تعریف میں موٹی موٹی خبریں بھی لگوا لیتا تھا۔ آج بھی اس نے کچھ ایسا ہی کیا، ایک تو وہ مقررہ وقت سے ایک گھنٹہ لیٹ آیا جب کہ سالار انتظار کر کر کے نہال ہو گیا تو اس نے اٹھ کر وہاں ہال میں ہی واک شروع کر دی اس دوران انتظامیہ کا ایک بندہ اس کے پاس آیا اور اس کے کان میں کچھ کہتا ہوا وہاں سے لے گیا۔

دونوں ایک دوسرے کے آگے پیچھے چلتے ہوئے مختلف راہداریوں سے ہوتے ہوئے ایک کمرے کے سامنے پہنچے جہاں منیجر کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی۔ اس آدمی نے دروازہ ناک کیا اور پھر وہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔ یہ کمرہ چھوٹا مگر نہایت خوب صورتی سے آفس کے انداز میں سجا ہوا تھا۔ اس کمرے میں وہ تمام لوازمات موجود تھے جو ایک آفس میں ہونے چاہیں تھے۔ ایک درمیانے سائز کی میز کے پیچھے ایک مکروہ شکل والا منیجر ریوالونگ چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ جس کے چہرے سے خباثت بری طرح سے ٹپک رہی تھی۔ جبکہ اس کے دائیں جانب ایک بڑے سے فوم والے سیاہ صوفے پر انیس رضا ٹانگ پر ٹانگ رکھے اکڑ کر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے نہایت خوب صورت تراش کا گرین تھری پیس سوٹ پہنا ہوا تھا جبکہ اس کے ساتھ ہی شطرنج انتظامیہ کا ہیڈ خالق عزیز بھی براجمان تھا۔

"آؤ آؤ سالار صاحب کیسے ہو آؤ بیٹھو۔۔۔" منیجر نے سالار سے کہا تو سالار نے سب کو سلام کیا اور پھر وہ منیجر کے مخالف ٹیبل کی دوسری طرف بیٹھ گیا۔ جبکہ اس دوران جو شخص اسے یہاں تک لیکر آیا تھا وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔ سالار نے مسکرا کر سر کی ہلکی سی جنبش سے اپنی خیریت کا جواب دیا اور پھر وہ نہایت اطمنان سے خاموش ہو گیا۔

"دیکھو سالار ہم نے تمہیں یہاں پر ایک بہت اہم سلسلے میں بلایا ہے۔ باہر ذرائع ابلاغ کے نمائندے موجود ہیں اور ہم نہیں چاہتے کے کوئی بھی گڑبڑ ہو۔ ابھی تمہاری زندگی بہت پڑی ہے تم نے مستقبل میں بہت سے کامیابیاں سمیٹنی ہیں۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں لیکن اس بار تمہارا مقابلہ ان کے ساتھ ہے جنہیں ہار سے سخت نفرت ہے اور میں نہیں چاہوں گا کہ تم ان کے غصے کا نشانہ بنو یہ بہت جلدی ناراض ہو کر غصہ کر جاتے ہیں۔ اس لئے میری تم سے یہی درخواست ہو گی کہ تم انہیں کسی تکلیف کا موقعہ نہ دو اللہ

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

نے تمہارے لئے اور بہت سے مواقعے پیدا کر دیتے ہیں۔ مگر انیس صاحب کی جہاں انگلی ٹھہر جائے تو پھر جب تک وہ پوری نہ ہو یہ سکون سے نہیں بیٹھتے امید ہے تم سمجھ گئے ہو گے اور شکایت کا موقعہ نہیں دو گے۔۔۔" منیجر نے قدرے آگے جھکتے ہوئے نہایت رازداری سے کہا۔

"دیکھیں منیجر صاحب آپ نے جو کہا وہ میں اسے اچھی طرح سے سمجھ گیا ہوں۔ آپ بے فکر رہیں کوئی مسئلہ نہیں ہو گا لیکن میرا کھیلنے کا ایک الگ اسٹائل ہے سو میں اسی کو فالو کرتا ہوں باقی۔۔۔۔" ابھی سالار آگے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ منیجر نے اسے ٹوک دیا۔

"بس بس ٹھیک ہے ہم سمجھ گئے اب تم جا سکتے ہو۔۔۔ اور مبارک ہو انیس صاحب آپ یہ مقابلہ جیت جائیں گے بس انہیں بورڈ پر انکی مرضی سے کھیلنے دیجئے گا۔۔" منیجر نے پہلے سالار سے اور پھر اپنی گردن گھما کر مسکراتے ہوئے انیس سے کہا تو اس نے حقارت سے سالار کی جانب دیکھا جبکہ سالار اپنا سر جھکائے خاموشی سے کمرے سے باہر نکل آیا۔ باہر نکل کر وہ راہداری میں آیا اور پھر وہاں سے وہ واش رومز کی جانب بڑھ گیا۔ ضروریات سے فارغ ہو کر وہ باہر نکلا اور جا کر اپنی مقرر کردہ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ بظاہر اس کے چہرے سے کسی قسم کی پریشانی ظاہر نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے جیب سے ٹشو پیپر نکالا اور اس سے اپنا ماتھا صاف کیا اور شطرنج کے بورڈ کی جانب دیکھنے لگا۔ ہال میں سے باقی کرسیاں نکال کر فائنل کے لئے بس دو ہی کرسیاں رکھی گئی تھیں جبکہ ایک جانب لوگوں اور دیگر مہمانوں کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ ہال لوگوں سے بھرا ہوا تھا اور ایک جانب اخباری نمائندے بھی موجود تھے۔ ان کے درمیان میں اوپر ایک بڑی سی اسکرین روشن تھی جس میں سارا میچ لائیو دکھایا جانا تھا۔ اس وقت اس اسکرین آل پاکستان شطرنج کلب کا لوگو جھوم رہا تھا۔

کچھ ہی دیر کے بعد پنجاب کے وزیر اعلیٰ صاحب اپنے سیکٹریز، ہوٹل کی انتظامیہ اور آل پاکستان شطرنج کلب کی انتظامیہ کے ساتھ وہاں پہنچ گئے۔ ہال میں سب لوگ ان کے استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے ان کو دیکھتے ہی سالار بھی اپنی کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وزیر اعلیٰ صاحب سب سے پہلے اس کے پاس گئے اس سے ہاتھ ملایا اور اسے آج کے میچ کے لئے حوصلہ دیا۔ اس کے بعد وہ اپنی مقررہ سیٹ پر جا کر بیٹھ گئے۔ ان کے بیٹھتے ہی باقی سب بھی اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ آخر انیس رضا نہایت غرور سے اکڑتا ہوا اندر داخل ہوا اور پھر اس نے حقارت سے سالار سے مصافحہ کیا اور پھر وہ بھی بیٹھ گیا۔

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

دونوں کی گھڑیاں تیس تیس منٹ کے حساب سے سیٹ کی گئیں اور پھر سب سے پہلے کھیل کا آغاز انیس رضا نے وائٹ آرمی سے کرتے ہوئے کنگ کے سامنے والے پیادے دو خانے آگے چلتے ہی گھڑی کا بٹن پریس کر دیا۔ اب سالار کی باری تھی، اس نے بھی بغیر کسی انتظار کے اپنی چال چل دی اور یوں گیم چل پڑی۔ ابتدائی پانچ منٹ میں دونوں کھلاڑیوں نے کنگ سائیڈ کیسلنگ (King Side Castling) کر کے اپنے اہم مہرے باہر نکال لئے، ابتدائی کھیل میں دونوں کھلاڑیوں کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ جلد از جلد اپنے مہرے باہر نکالیں تاکہ وہ کسی بھی حملے کے لئے ایکٹو ہوں، کیونکہ اگر وہ پیادوں کے پیچھے رہیں تو ان کی افادیت کم ہوتی ہے اس لئے انہیں باہر نکالنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ اس کے بعد کنگ کو محفوظ بناتے ہوئے کیسلنگ کی جاتی ہے جس میں کنگ پہلی دفعہ جمپ کر کے توپ کے دوسری طرف چلا جاتا ہے اور توپ بھی اپنی جگہ تبدیل کر لیتی ہے۔ کوئین سائیڈ کیسلنگ (Queen Side Castling) لمبی اور دیر سے ہوتی ہے جبکہ کنگ سائیڈ کیسلنگ عموماً جلدی ہو جاتی ہے۔

پہلے پہل تو انیس نے خوب فرنٹ فٹ پہ کھیلا اور سالار کو اچھا خاصہ تنگ کیا، مگر سالار اطمنان سے اس کے حملوں کا بھرپور دفاع کرتا رہا۔ کھیل کی گاڑی آگے بڑھتی رہی جبکہ اس دوران اخباری نمائندے ان دونوں کی مختلف زاویوں سے فوٹو اتارتے رہے۔ کھیل اپنے پورے جوبن پر تھا کہ پھر اچانک یہ محسوس ہوا کہ انیس کے پاس مزید حملے کرنے کے لئے کوئی چال باقی نہیں رہی پس جوں ہی وہ کمزور ہوتا ہوا محسوس ہوا سالار نے دو تین اہم چالیں چل کر میچ کا نقشہ ہی بدل دیا۔ اب انیس گھور گھور کر اسے دیکھ رہا تھا مگر سالار اسی طرح سر ڈالے اپنے کھیل میں مگن تھا۔ چلتے چلتے گیم اب اپنے اختتامی مراحلے میں داخل ہو گئی تھی۔

انیس کے ماتھے پر پسینہ بہنے لگا تھا اور اب لگ رہا تھا کہ وہ اپنی پوزیشن کا دفاع نہیں کر پائے گا۔ جلد یا بدیر اس نے ری زائن کر دینا تھا، مگر یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ اپنے غرور کو یوں خاک میں ملا دیتا؟ اس کے کانوں سے بھی دھوئیں نکل رہے تھے۔ گال اور چہرہ لال ہو رہا تھا اور آنکھوں میں بلا کا غضب تھا۔ مگر چونکہ ہال میں بڑی اسکرین لگی ہوئی تھی اس لئے سب لوگ وہ میچ اس پر لائیو دیکھ رہے تھے اور ساتھ ساتھ انہیں ہر چال کی سمجھ بھی آرہی تھی۔ اس لئے کوئی بھی انیس کی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ پھر وہ وقت آیا کہ سالار نے اسے بالکل بے بس کر دیا اس کے پاس چلنے کو کوئی چال نہیں تھی اب اس کے پاس ہاتھ ملانے کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ بہت انتظار کے بعد بلا آخر اس نے ہار مان لی۔ دونوں نے اپنی اسکور شیٹ پر دستخط کئے اور اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ان کے کھڑے ہوتے ہی تمام ہال کے لوگ بھی کھڑے ہو کر دونوں کھلاڑیوں کو ایک اچھا کھیل پیش کرنے پر داد دے رہے تھے۔ اس کے بعد

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

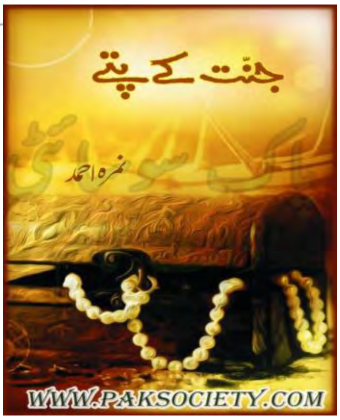

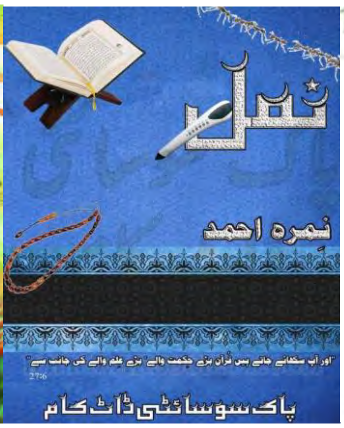

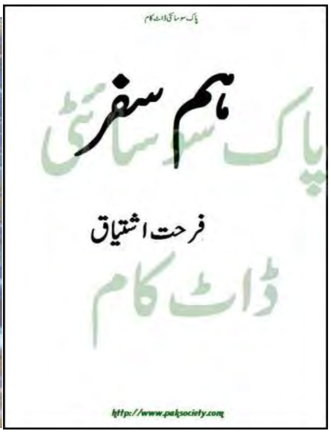

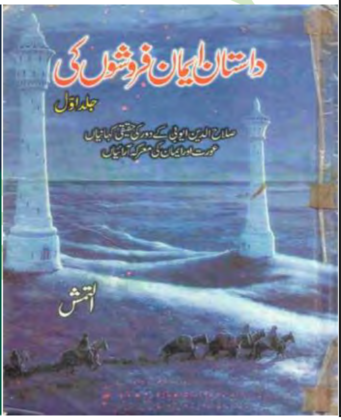

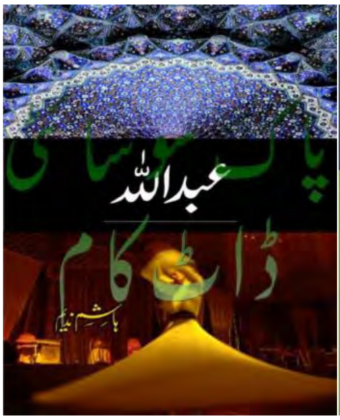

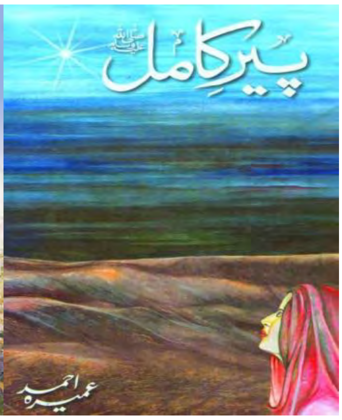

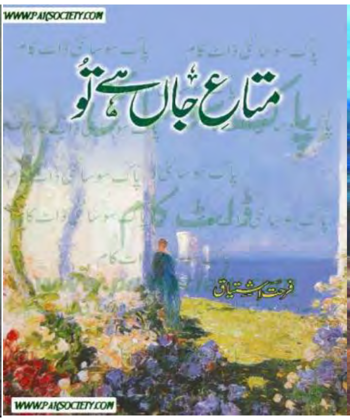

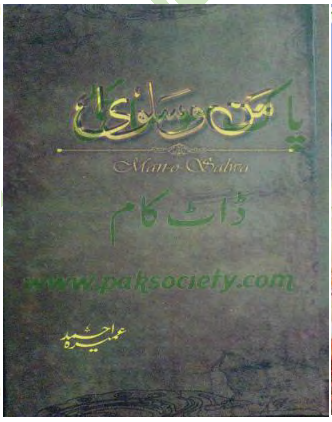

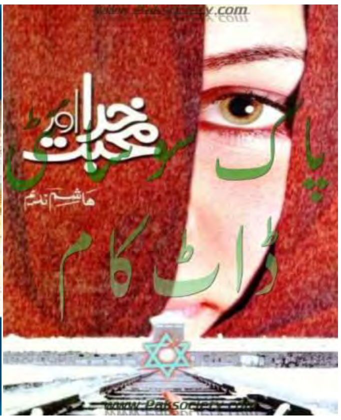

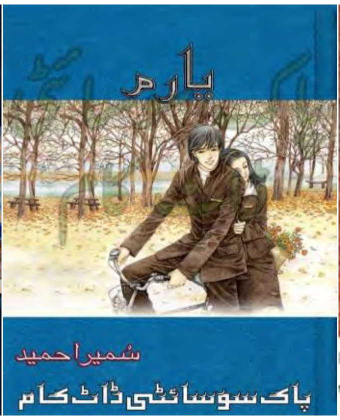

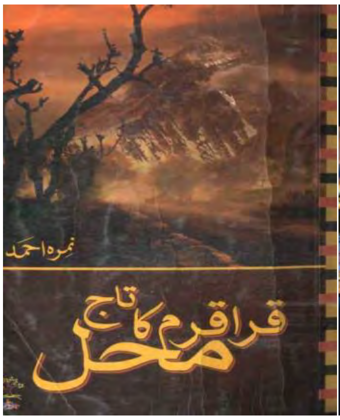

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

وزیر اعلیٰ نے پروقار انداز میں چلتے ہوئے آگے بڑھ سالار کو گلے لگالیا اور پھر سب کے سامنے اس کا کندھا تھپکاتے ہوئے اسے مبارک باد دیتے ہوئے کہنے لگے۔

"ویل ڈن جینٹلمین تمہارے کھیل نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔ تمہیں اس ٹورنامنٹ کے جیتنے کی بہت بہت مبارک ہو۔ تمہیں اب اس ٹورنامنٹ کا انعام تو ضرور ملے گا لیکن اب حکومت وقت بھی تمہاری کھیل کی قدر کرتے ہوئے تمہیں خصوصی انعام سے نوازے گی ویل ڈن آئی ایم پراؤڈ آف یو۔۔۔۔۔" وزیر اعلیٰ کے اعلان کے ساتھ ہی ہوٹل انتظامیہ اور باقیوں کے منہ لٹک گئے ۔انیس اپنا کوٹ لیتا ہوا غصے کی حالت میں لال پیلا ہوتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ جبکہ سالار اس وقت کافی سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا اور اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ کسی نے اس کا کوئی خاص نوٹس نہیں لیا اور پھر اگلے آدھے گھنٹے میں وہ انتظامیہ کی طرف سے دو لاکھ اور حکومت کی طرف سے تین لاکھ روپے جیت چکا تھا۔ اس کے علاوہ اسے جیت کی ٹرافی بھی دی گئی وہ کسی کے دل جیت چکا تھا تو کہیں وہ اپنے لئے دشمن بھی بنا چکا تھا مگر۔۔۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ بھاری اور بوجھل قدموں سے ہوٹل کی عمارت سے باہر نکلا تو اسے سامنے ہی ایک رکشہ مل گیا۔ آج وہ سب کچھ جیت کر آرہا تھا مگر پھر بھی وہ خوشی، وہ سکون اس کے چہرے سے عیاں نہیں تھی معلوم نہیں وہ اس قدر اداس کیوں تھا۔ یا پھر کچھ اور ہی چل رہا تھا جو بظاہر جان پانا مشکل تھا۔ رکشے میں بیٹھ کر رکشے والے نے اسے لاہور کی مختلف سڑکوں پر گھومانہ شروع کر دیا۔ پھر ایک چوک پر آکر سرخ بتی پر رکشے والے کو اپنا رکشہ روکنا پڑا۔ اس سے قبل کے کوئی کچھ سمجھتا چند اوباش قسم کے دس بارہ غنڈے دندناتے ہوئے سڑک کراس کر کے رکشہ کا دروازہ کھول کر سالار کو باہر نکالنے لگے اور پھر آن کی آن میں انہوں نے اس کی ہاکیوں اور بلوں سے چھترول شروع کر دی۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے چند گاڑیوں کے شیشے بھی توڑ دیئے۔ پولیس نام کی کوئی چیز وہاں موجود نہیں تھی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے سڑک پر سالار کا خون بہنے لگا۔ وہ کوئی فائٹر نہیں تھا بس ایک ایسے فن کا مالک تھا کہ جس کے اظہار پر اسے سزا مل رہی تھی، بس وہ اپنی جیت کی بھاری قیمت ادا کر رہا تھا۔ انہوں نے اس کی جیب سے وہ تمام چیکس نکال لئے اور پھر اس کو خون میں لت پت وہیں پر چھوڑ کر چلے گئے۔ اسے اپنا ہوش نہیں تھا تو وہ چیکس کی کیسے پرواہ کرتا۔ ان کے فرار ہوتے ہی کچھ لوگوں نے ہمت کر کے سالار کو اپنی اپنے کندھوں پر ڈالا اور اسے ایک اور رکشہ میں سوار کر کے قریبی ہسپتال پہنچا دیا۔ اس اثناء میں اس کی

http://paksociety.com

جیب جو وائلٹ تھا وہ بھی نکال لیا گیا۔ یہ حرکت ان غنڈوں کی نہیں بلکہ اُن لوگوں نے کی تھی جو اسے اٹھا کر ہسپتال لائے تھے ۔ گویا وہ اسے اٹھا کر لانے کی اجرت وصول کر رہے تھے۔ وہاں جا کر پتہ چلا کہ اس کے دائیں ہاتھ کی ہڈی اور بائیں ٹانگ میں فریکچر تھا۔ اس کے والدین کو اطلاع دی گئی تو والدہ کی تو یہاں تک آنے کی حالت نہیں تھی البتہ والد صاحب آ گئے تھے اور ان کا رو رو کر برا حال تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ دن گزرا اور پھر کرتے کرتے کوئی آٹھ ماہ گزر گئے سالار اب بالکل ٹھیک تھا۔ شروع شروع میں والدین نے اسے آئندہ شطرنج کھیلنے سے باز رکھنے کی خوب کوششیں کیں مگر سب بے کار۔ شطرنج تو عشق تھا وہ کیسے اس سے چھوٹ سکتا تھا۔ یہ مہینے کیسے گزرے بیان سے باہر تھے کس طرح اتنے بڑھاپے میں والد کو اس کی خدمت کرنی پڑی، یہ ایک الگ کہانی تھی۔ پھر وہ وقت بھی آیا جب انہوں نے بھی اپنے ہاتھ کھڑے کر دیئے۔ وہ شاید جیت کر اپنا بہت کچھ ہار گیا تھا مگر ایک بات اٹل تھی کہ کوئی اسے شطرنج سے باز نہیں رکھ پایا تھا۔ وہ خراب حالت کے باوجود بھی اس سے دور نہیں گیا تھا۔ حکومت نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا کہ اس پر کیا بیتی اور نہ کسی اخبار میں اس کی واپسی پر دھنائی کا حال بیان ہوا۔ بس ایک خبر چھپی تو وہ بھی چھوٹی سی جو خود ہی اپنی قدر و منزلت کھو گئی۔ بلاشبہ یہ وقت اس پر اور اس کی فیملی پر بہت بھاری تھا۔ مگر اس نے صبر کا دامن اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیا جنہوں نے بھی اس کے ساتھ ایسا کیا تھا انہیں یقیناً ہار کو برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں تھا۔ مگر جو جیت اس کے مقدر میں لکھی ہوئی تھی وہ اس سے کوئی چھین نہیں سکتا تھا۔

اب اگلے ماہ کراچی میں انٹرنیشنل مقابلوں کے لئے پاکستان سے شطرنج کے کھلاڑی کا انتخاب ہونے جا رہا تھا، مقابلہ جیتنے والا بھارت جا کر بھارت کے مقامی چیمپئن سے کھیلنے والا تھا۔ جس میں سب سے اہم بات یہ تھی کہ بھارت کا مقامی چیمپئن دسویں بار بھارت کا مقامی چیمپئن بنا تھا اور وہ چار مرتبہ عالمی مقابلوں میں بھی شرکت کر چکا تھا۔ اس کا نام چیتن سنگھ تھا جسے سب لوگ بھارت میں گرو سنگھ کہتے تھے لیکن وہاں تک پہنچنے کے لئے پاکستان کے ٹاپ چار شطرنج کے کھلاڑیوں کا مقابلہ ہونے والا تھا جس میں صاف ظاہر تھا کہ انیس اور سالار لازمی شامل ہوتے جبکہ اس کے علاوہ باقی دو کا تعلق فیصل آباد سے تھا۔ وہاں سے وہ دو دو مرتبہ سٹی فاتح قرار پائے تھے۔

http://paksociety.com

انتظامیہ کا انتہائی بے ہودہ سلوک ہونے کی وجہ سے کوئی بھی آل پاکستان شطرنج کلب کو پسند نہیں کرتا تھا۔ یہاں پر صرف انیس کی اجارہ داری تھی، آل پاکستان شطرنج کلب کے تمام عہدے داران اس کے ہاتھ دھو دھو کر پیتے تھے۔ لہذا اس قسم کی اجارہ داری میں کسی کے لئے بھی اپنی جگہ بنانا بہت مشکل تھا۔ مگر یہ بات سالار کے پلے نہیں پڑتی تھی وہ تو ناقابل تسخیر تھا اور اس کی خواہش تھی کہ وہ مرتے دم تک ناقابل تسخیر رہے۔ دوسرا وہ میدان چھوڑنے والوں میں سے نہیں تھا اس کا مقصد شطرنج کی دنیا میں انوکھا ریکارڈ بنانے کا تھا جو اس سے قبل آج تک کوئی نہ بنا سکا تھا۔

بابی فشر اور گیری کسپارو (**Bobby Fischer and Garry Kasparov**) کو شطرنج کی دنیا کا بادشاہ سمجھا جاتا ہے مگر آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ دونوں کوئی گیم ہارے نہ ہوں۔ مگر سالار نے تو کچھ الگ ہی ٹھانی ہوئی تھی۔ بابی فشر نے چودہ سال کی عمر میں گیم آف دی سینچری کھیل ڈالی تھی اور اسی طرح گیری بیس سال تک شطرنج کی دنیا کا عالمی چیمپئن رہا تھا مگر دونوں اپنے اپنے حصے کے کھیل ہارے ضرور تھے اور پھر ہار کر جیتے تھے۔ پھر ایسے میں یہ خواب دیکھنا کچھ غیر فطری اور عجیب و غریت سا لگتا تھا مگر جب کوئی ایک بار کوئی بات ٹھان لے تو پھر شاید مقدر بھی اس پر مہربان ہو جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

سالار بائے روڈ کراچی پہنچا تھا دو دن کے تھکا دینے والے سفر نے اس کا جوڑ جوڑ کھا دیا تھا۔ ایک دن اس نے مکمل ریسٹ کیا اور پھر اگلے دن وہ کراچی شطرنج کلب پہنچ گیا جہاں سال کا ایک اور بڑا ایونٹ منعقد ہونے والا تھا۔ اس مقابلے سے قبل ایک بار پھر وہی ڈھکی چھپی ہوئی دھمکیوں والا حربہ آزمایا گیا کہ خبر دار اگر انیس نہ جیتا تو سالار کوڑی کوڑی کا محتاج کر دیا جائے گا اور وہ ڈانٹ ڈپٹ سن کر خاموشی سے چیس روم (**Chess Room**) میں آ گیا اس کی نظریں ایک بار پھر بورڈ پر جم گئیں۔ آج ہی فائنل ہونے والا تھا اس کے علاوہ انٹرنیشل شطرنج کی انتظامیہ کے بندے بھی آئے ہوئے تھے جنہوں نے تمام میچوں کو باقاعدہ خود مونیٹر کرنا تھا۔

سالار نے حسب سابق پہلا میچ بغیر کسی مشکل کے جیت لیا اور ایک بار پھر سے اس کا مقابلہ انیس رضا سے پڑ گیا۔ سالار حسب روایت سر جھکائے خاموشی سے بیٹھا تھا اور پھر میچ شروع کرنے کا اعلان ہوا تو دونوں نے مصافحہ کیا اور سالار نے سب سے پہلے کوئین سائیڈ کے پیادے کو دو خانے آگے چلا دیا۔ انیس نے لال پیلے ہوتے ہوئے اپنی چال چلی تو جواب میں سالار نے بھی اپنی چال چل دی

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

۔ دیکھتے ہی دیکھتے انیس کی طرف سے بورڈ خالی ہونا شروع ہو گیا اور سالار ایک ایک کر کے اس کے تمام مہرے اڑاتا جا رہا تھا۔ آج حیرت انگیز طور پر سالار اس قدر پھرتی کا مظاہرہ کر رہا تھا کہ انٹرنیشل ٹیم بھی حیران رہ گئی تھی کہ یہ کیا ہو رہا تھا؟ ایسا لگ رہا تھا کہ وہ بغیر سوچے ساری چالیں چل رہا ہوں مگر اس کے آرٹ کا یہ کمال تھا کہ کوئی چال بھی ناکام نہیں ہو رہی تھی۔ سالار نے آج بالکل مختلف کھیل کا مظاہرہ کیا تھا اور یوں جلد ہی اینڈ گیم کی شروعات ہو گئی۔

سب لوگ حیران تھے کہ تیس منٹ کے کھیل میں سالار نے محض تین منٹ کا وقت صرف کیا تھا اور انیس کو مکمل طور پر آؤٹ کلاس کر دیا تھا۔ جبکہ دوسری جانب سے اٹھارہ منٹ کا کھیل کھیلا جا چکا تھا پھر یوں ہوا کہ سالار کے وزیر اور گھوڑی نے ٹیم بنائی اور پھر اگلی چال میں سالار نے اپنا سب سے قیمتی وزیر قربان کر دیا۔ سب حیرت کے مارے اچھل پڑے کہ یہ سالار نہ کیا کر دیا مگر اس سے اگلی چال حیرت انگیز طور پر انیس کی شاہ مات کا باعث بنی اور یوں کھیل کا اختتام ہو گیا۔ انیس نے ڈریکولہ کی مانند آنکھیں باہر نکالتے ہوئے سالار سے مصافحہ کیا اور پھر تیزی سے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ کیا معلوم آج سالار کے ساتھ کیا بیتنے والی تھی انٹرنیشل ٹیم والے دوڑتے ہوئے سالار کے پاس آئے اور انہوں نے اس کا انٹرویو کرنا شروع کر دیا۔ انہیں بڑے عرصے سے ایک ایسے ہی ٹیلنٹ کا انتظار تھا جو شاید ہی پوری دنیا میں کہیں ہو۔ کیونکہ سالار نے کھیل ہی ایسا کھیلا تھا کہ لگتا تھا کہ وہ بنا سوچتے چالیں چل رہا ہو۔ مگر اس کے مہارت کی داد دیئے بغیر کوئی نہ رہ سکا۔ انہوں نے اس کی انٹرنیشل رولز کے تحت رجسٹریشن کی اور ساتھ میں اس کے گھر کا ایڈریس بھی لے لیا۔ اس کے بعد انہوں نے اگلے سال فروری میں بھارت میں ہونے والے انٹرنیشل ٹورنامنٹ کے لئے باقاعدہ انویٹیشن بھی دے دیا۔ سب لوگ چلے گئے تھے مگر آل پاکستان شطرنج کلب کے چیئرمین وہیں موجود تھے انہوں نے آگے بڑھ کر سالار کو اپنے سینے سے لگا لیا۔

"بیٹا مجھے معاف کر دینا، میں جانتا ہوں کہ میں اپنی صورت آئینے میں بھی نہیں دیکھ سکتا۔ کیونکہ جو خدمت تم نے پاکستان کی کی ہے وہ شاید اس سے قبل کسی شطرنج کے ماسٹر نے نہیں کہ تم شاید پاکستان کے اب تک کے کم عمر ترین چیمپئن ہو۔۔۔ مجھے معاف کر دینا کہ میں انیس کی دولت کے سامنے اندھا ہو گیا تھا۔ مجھے پاکستان کا وقار اور عزت سب کچھ بھول گیا تھا اور میری ہی وجہ سے آج تک پاکستان کا کوئی ٹیلنٹ ابھر کر سامنے نہیں آیا۔۔۔ مگر اب میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمہاری راہ میں کبھی روڑے نہیں اٹکاؤں گا۔ بے شک تم نایاب ہو اور تم واقعی ناقابل تسخیر ہو۔۔۔۔ ***You are the true Invincible chess master***

http://paksociety.com http://paksociety.com

of Pakistan کہتے ہی انہوں نے اپنی آنکھوں سے آنسو صاف کئے اور تیزی سے وہاں سے چلے گئے۔ ان کے جانے کے کچھ ہی دیر بعد ایک اور شخص پردے کے پیچھے سے نمودار ہوا۔۔۔ یہ وہی زخمی مغرور دشمن تھا جسے سالار نے اکھاڑ کا پچھاڑ دیا تھا۔

اس نے بھیڑیا کی طرح چنگاڑتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنکھوں ڈال دی اور اگلا لمحہ ناقابل یقین تھا۔ انیس نے آگے بڑھ کر سالار کو اپنے گلے سے لگالیا۔ اس کے بعد وہ ایک جھٹکے سے الگ ہوا اور اس سے کہنے لگا:

"میں نے آج تک اپنے کسی استاد کو بھی ایسا کھیل کھیلتے ہوئے نہیں دیکھا، تم واقعی میرے استاد کے استاد ہو۔۔۔ میں نے سوچا تھا کہ میرا پیسہ میرا غرور سب کچھ خرید سکتا ہے مگر اے نوجوان میں تمہیں نہیں خرید سکتا جاؤ میری تمام دعائیں تمہارے ساتھ ہیں اور ہاں اس دن والے پانچ لاکھ کے یہ چیکس اس پر میرا نہیں تمہارا حق ہے۔۔۔ I am proud of you اس نے اپنی جیب سے دو چیکس نکالتے ہوئے سالار کے ہاتھوں میں تھمائے اور اس کے کندھے دباتا ہوا وہاں سے نکل گیا۔۔۔۔ مگر سالار تو کہیں اور ہی گم تھا سب سے خاموش اور الگ تھلگ۔ اس نے ایک بار پھر سے بوجھل قدموں سے باہر کا رخ کیا اور ایک اَن دیکھی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

گزشتہ سال گزرا اور نئے سال کا فروری بھی آگیا۔ سالار اس وقت بھارت میں بھارت کے مقامی چیمپئن چیتن عرف گرو سنگھ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی شہرت بھارت میں قاتل کھلاڑی کی حیثیت سے تھی اسے سب لوگ Indian Chess Killing Machine کے نام سے جانتے تھے۔ وہ جس پلیئر کے ساتھ کھیلتا تھا اس کو سانس لینے کا موقع بھی نہیں ملتا تھا اور وہ اس کی درگت بنا کر رکھ دیتا تھا۔ یہ پانچ منٹ کے اندر اندر مخالف کھلاڑیوں کا کام تمام کر دیتا تھا۔ وہ کسی گنے کی طرح اپنے مخالف کھلاڑی کو چیس کی مشین میں ڈالتا اور پھر اسے خوب نچوڑ کر اس کا جوس نکال لیتا تھا۔ آج کے دن بیسٹ آف تھری کا مقابلہ تھا اور ہر میچ محض پانچ منٹ کا تھا۔ نئی دہلی میں ہونے والے اس سب سے بڑے میچ کو بھارت کے سرکاری ٹی وی پر لائیو دکھایا جا رہا تھا اور یہ میچ نئی دہلی کے سب سے بڑے ہوٹل ڈی ایکس میں ہو رہا تھا۔ اس وقت ملکی اور غیر ملکی میڈیا بھی کوریج کے لئے موجود تھا اس کے علاوہ حاضرین کی ایک بہت بڑی تعداد شیشے کے کیبن کے دوسری طرف موجود تھی جبکہ اسٹیج کے بیچ و بیچ میز کرسی پر یہ میچ ہو رہا تھا۔

کھیل کا آغاز ہوا اور اس کے ساتھ ہی انڈین کلنگ مشین نے سالار پر حملہ کر دیا۔ پہلا حملہ کامیاب، دوسرا کامیاب، تیسرا کامیاب اور ۔۔۔ کھیل کے دوران ہی گرو سنگھ نے اچانک سے ایک غلط چال چل دی اور بس پھر کیا تھا اس کا بھرپور فائدہ سالار نے اٹھایا اور پانچ

منٹ سے چند سیکنڈ پہلے اس نے گروسنگھ کو چیک میٹ کر دیا۔ پورے گراؤنڈ میں سناٹا چھا گیا تھا جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ ساروں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں جب کہ ان کے سامنے ان کا قومی ہیرو نے آخر پل میں اپنی ہار کو اپنے گلے میں اتار لیا تھا۔ اس نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا اور میز پر لات مارتا ہوا وہاں سے اٹھ کر اپنے روم میں چلا گیا۔ جبکہ اس دوران سالار اسی طرح سب سے بے نیاز سر جھکائے سارے مہرے اکھٹے کر کے انہیں دوبارہ سے جوڑنے لگا پھر اس نے گروسنگھ کے بھی مہروں کو درست کیا اور پھر وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

بھارتی میڈیا کی حالت خراب ہو رہی تھی۔ وہ یہ ہار قطعاً برداشت نہیں کر سکتے تھے، جو اِن کے سامنے ہوا تھا وہ کم سے کم ان کی سمجھ سے تو باہر تھا۔ پانچ منٹ بعد گروسنگھ اپنے روم سے جوس کی بوتل اپنے ساتھ لایا تاکہ ساتھ ساتھ پیتا جائے۔ اس نے اپنی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے اس کا ڈھکن کھول کر اس میں سے دو چار گھونٹ پیئے اور پھر کھیل کا باقاعدہ آغاز ہو گیا۔ تین میچوں کے اس کھیل میں گروسنگھ کو کھیل میں زندہ رہنے کے لئے ضروری تھا کہ وہ یہ میچ لازمی جیتتا۔ مگر شاید قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا کھیل شروع ہوتے ہی اس کے بہترین کھیل کے مظاہرے کے باوجود وہ محض تین منٹ میں چاروں شانے چت کر گیا۔ ایسا حیرت انگیز منظر آج تک بھارت کے لوگوں نے نہ دیکھا تھا۔ سب لوگ حیران و پریشان تھے، چند مشتعل افراد نے وہاں ہنگامہ اور فساد شروع کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے چند اوباش بدمعاش سیکورٹی کو چکمہ دے کر کیبن کے اندر گھس گئے اور انہوں نے ٹھیک ٹھاک توڑ پھوڑ کرنی شروع کر دی مگر اس سے قبل کہ وہ سالار تک پہنچتے سب نے ایک اور حیران کن منظر دیکھا اور سب مزید گنگ رہ گئے۔ تمام ٹی وی والے یہ منظر لائیو دکھا رہے تھے کہ جب گروسنگھ سالار کے سامنے ان غنڈوں کے مقابل ڈھال بن گیا۔

اس نے چن چن کے سب کی اینٹ سے اینٹ بجادی، نہ صرف یہ بلکہ وہ جو بچ گئے وہ وہاں سے بھاگنے پر مجبور ہو گئے اسی اثناء میں پولیس اور دیگر انتظامیہ والے بھی آ گئے۔ مگر سالار حسب عادت نظریں جھکائے بظاہر ارد گرد کے منظر سے غافل دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے بعد گروسنگھ نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ کو تھاما اور کہا:

"میں معذرت چاہتا ہوں کہ آپ کو یہ سب کچھ دیکھنا پڑا آپ بھارت ماتا کے دیش میں آئے ہیں، آپ ہمارے مہمان ہیں اور آپ کی رکشا کرنا گروسنگھ پر فرض ہے۔۔۔۔" اس کے بعد وہ اسے ڈھال بنا کر اپنے روم میں لے گیا۔ ملکی اور غیر ملکی میڈیا نے بھی اس کی خوب کوریج کی اور گروسنگھ کی بہادری کے قصے بھی اگلے دن سب نے شہ سرخیوں میں پڑھے۔ سالار کو بھارت میں بے پناہ عزت

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایتُ اللّٰہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللّٰہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

دی گئی اس نے وہاں پر لاکھوں ڈالرز کی رقم جیتی، پورے بھارت میں اس کے چرچے ہوئے اور گرو سنگھ خود اسے رخصت کرنے ائیرپورٹ پر آیا۔یوں اس کا پہلا انٹرنیشنل مارکہ بھی خوش اسلوبی سے اپنے اختتام کو پہنچا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

بھارت کا دورہ تھا جب اس نے ٹیک آف کرنے کے لئے پر پھیلا دیئے تھے اور پھر وہ پوری دنیا کے دورے کرتا چلا جارہا تھا اور کامیابی کے جھنڈے گاڑھتا جارہا تھا۔ آسٹریلیا سے نیوزی لینڈ، پھر وہاں سے برطانیہ، اس کے آگے ترکی پھر امریکہ۔ وہ کم و بیش دو سال تک مکمل طور نا قابل شکست رہا۔ اسے پوری دنیا میں نہایت عزت و قدر کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ اس کے جگہ جگہ پوسٹرز لگنا شروع ہوئے اور میڈیا نے اس کے نام کو خوب اچھالا، اسی دوران اس کے دو انٹرویو بھی انٹرنیشل میڈیا کی زینت بنے اور اس کے بعد اس کا معرکہ ایک ایسے ملک میں ہوا کہ جہاں واقعی موت ہی اس کی واپسی کا سامان پیدا کرسکتی تھی۔یہودیوں کے دیس اسرائیل میں ایک ایسا تاریخی معرکہ لڑا جانا تھا کہ جس کے لئے یہودیوں نے اس کے خلاف ایک زبردست مہم چلادی کہ اسے کسی صورت بھی والڈ چیمپئن کا ٹائٹل نہ دیا جاتا جب تک کہ یہ خود اسرائیل میں آکر نہ کھیلے۔ان دنوں اسرائیل کا ہی والڈ چیس چیمپئن آرنلڈ موسی تھا۔ جسے پوری دنیا میں **The Death Champion** کا ٹائٹل ملا ہوا تھا اس کی شہرت یہ تھی کہ وہ ایک ہی منٹ میں اپنے مخالف کو بری طرح سے ناکامی سے دوچار کردیتا تھا۔ وہ اس طرح مخالف فوج کے کیمپ میں گھستا تھا کہ پھر بادشاہ کی موت کے بغیر وہ وہاں سے نہیں نکلتا تھا۔ کمال کا کھلاڑی تھا اور اسے بھی اپنے اوپر بڑا مان تھا۔یہودیوں کی شرط تھی کہ اگر سالار نے ہمارے ڈیتھ چیمپئن کو ایک منٹ کے اندر شکست دے دی تو وہ خود اس کی تاج پوشی کریں گے ورنہ اسے تاعمر اسرائیل میں رہ کر ان کی غلامی کرنی پڑے گی اور اس کی واپسی ناممکن ہوجائے گی۔

یہ ایک بہت ہی خطرناک چیلنج تھا جسے قبول کرنا خود سالار کے کیریئر کے لئے بے حد ضروری تھا اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اس کے کھیل کو شدید نقصان پہنچ سکتا تھا کیونکہ یہودی لابی شطرنج کے کھیل میں بھی پوری طرح سے حاوی تھی اور اگر وہ اس کا بائیکاٹ کردیتی تو یہ بھی ممکن تھا کہ شطرنج کھیلنے والے دیگر ممالک بھی اس کے لئے اپنے ملک کے دروازے بند کردیتے۔ سو اس نے غیر ملکی میڈیا کے ہی ذریعے اس چیلنج کو قبول کیا اور پھر انٹرنیشنل شطرنج کی انتظامیہ نے اس کے باقاعدہ جانے کے انتظامات کئے اور پھر اسے قریباً دو ماہ بعد اسرائیل آنے کی باضابطہ طور پر اجازت مل گئی۔

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

سالار کو خصوصی طور پر امریکہ سے ایک چارٹرڈ طیارے کی مدد سے اسرائیل کے دارالحکومت یروشلم میں اتارا گیا اور پھر وہاں سے اسے ہائی سکیوریٹی میں ایک مقامی فائیو اسٹار ہوٹل میں منتقل کر دیا گیا۔ جہاں دو روز تک اس کی خوب آئو بھگت ہوتی رہی مگر اسے باہر نکل کر مارکیٹ جانے کی اجازت نہیں تھی۔ ہوٹل کو عام لوگوں کے لئے بالکل بند کر دیا گیا تھا اور وہاں پر صرف وی وی آئی پی لوگوں کو جانے کی اجازت تھی اس دوران اس کے پاس ایک ربی کو بھی بھیجا گیا تا کہ وہ اس کی وفاداری تبدیل کر سکے جسے سالار نے مایوس نہیں کیا اور نہایت ادب سے ملا۔ وہ اس کے اخلاق سے متاثر ہو کر بغیر کچھ منوائے ہی چلا گیا۔ دو دن کے بعد ہوٹل کے ہال میں ہی اس ڈیتھ میچ کا انعقاد کیا گیا۔ ہال میں صرف اہم شخصیات کے اور کوئی داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ یہودیوں نے خاص طور پر غیر ملکی میڈیا کو بھی مدعو کیا تھا تا کہ وہ بھی اس میچ کی لائیو کوریج کر سکیں اور مقامی میڈیا تو تھا ہی۔

میچ صرف ایک ہی رکھا گیا تھا اور پوری امید تھی کہ ایک ہی میچ سے فیصلہ ہو جانا تھا کہ اس وقت کون دنیا میں نمبر ون تھا۔ سالار اپنی عادت کے عین مطابق سب سے پہلے ہال میں پہنچا ہوا تھا اور سر جھکائے بورڈ کو گہری نظروں سے گھور رہا تھا کہ ایسے میں آرنلڈ موسی اپنے لمبے لمبے بال شانوں پر لہراتا ہوا ہال میں داخل ہوا اور نہایت ہی دلکش انداز میں چلتا ہوا ٹیبل کے پاس آ گیا۔ سب سے پہلے اس نے ہاتھ بڑھا کر مسکراتے ہوئے اسے سلام کیا جو سالار نے بھی جواباً مسکراتے قبول کیا۔ اس کی آنکھوں میں گہری تیز چمک تھی اور کشادہ پیشانی اس کی ذہانت کی چغلی کھا رہی تھی۔

گھڑی کا بٹن پریس ہوتے ہی کھیل شروع ہو گیا اور سب سے پہلے آرنلڈ موسی نے اپنی چال چلی ہی تھی کہ سالار کو ایک کھانسی آ گئی اور پھر یوں ہوا کہ یہ کھانسی کا سلسلہ طویل ہوتا چلا گیا مگر اس دوران اس نے اپنا کھیل جاری رکھا۔ وہ آرنلڈ موسی کی ہر چال کا بھرپور جواب دیتا جا رہا تھا اور بری طرح سے کھانستا جا رہا تھا۔ اس کی کھانسی کے دوران اس کے منہ سے خون کے چند قطرے بھی نکل آئے اور پھر اس کے سامنے سارے منظر دھندلے ہوتے چلے گئے۔ مگر وہ برابر اپنی چالیں چلتا جا رہا تھا، پہلے اس کی نظروں کے سامنے آرنلڈ موسی ایک کے بجائے دو نظر آنے لگے تھے، پھر یہ دو چار ہو گئے اور پھر اس کا سر بری طرح سے چکرانے لگا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر آرنلڈ موسی کو بھی تشویش لاحق ہوئی مگر چونکہ یہ میچ صرف ایک منٹ پر محیط تھا اس لئے درمیان میں اسے روک کر اس پر متوجہ ہونا تقریباً ناممکن تھا اور اب تک بیس سیکنڈ کا کھیل ہو چکا تھا۔ کھانسی کے دورے میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے سالار نے اپنی آخری چال چلی اور۔ "چیک میٹ" بولتا ہوا ہچکی لے کر لڑھکتا ہوا فرش پر جا گرا۔

http://paksociety.com

اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، پہلے ان میں تیز چمک پیدا ہوئی، اس کے بعد وہ بے نور ہوئیں اور پھر وہ وہیں اچانک اپنی آنکھیں بند کر کے سو گیا۔ اس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا اور وہ اپنے ابدی سفر پر روانہ ہو چکا تھا مگر پر سکون تھا، اس کی زندگی کا جو مقصد تھا وہ اب پورا ہو چکا تھا۔ پورے ہال میں گہرا سناٹا طاری تھا اور آرنلڈ موسی کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا۔ وقت تھم چکا تھا "ناقابل تسخیر" کے کوکھ سے جنم لینا والا شطرنج کی دنیا کا عجیب و غریب اور عظیم ترین کھلاڑی اب ہمیشہ کے لئے اپنی زندگی کی بازی ہار گیا تھا۔ لیکن اب وہ رہتی دنیا تک امر ہو گیا تھا۔ اسے یہودیوں نے چلاکی سے زہر دیا تھا، کیونکہ انہیں یقین تھا کہ وہ کبھی بھی اس سے نہیں جیت سکتے مگر وہ اس سے اس کی زندگی چھین کر بھی اسے ناقابل تسخیر بننے سے نہیں روک سکے تھے۔ سکندر اعظم کے بعد دنیا نے آج تک کبھی ایسا فاتح دیکھا ہو گا اور نہ ہی شاید آئندہ کبھی دیکھے۔۔۔ وہ واقعی ناقابل تسخیر تھا اور اپنی زندگی کی آخری شطرنج کی بازی بھی جیت کر پوری دنیا کو یہ پیغام دے گیا تھا کہ پاکستانی جب ایک بار کچھ کرنے کی ٹھان لیتے ہیں تو موت بھی ان سے انکی آخری فتح کو نہیں چھین سکتی۔ اے ناقابل تسخیر پاکستانی تیری عظمت، جرات اور حوصلے کو سلام۔۔۔!

☆☆☆☆☆☆☆☆

ختم شُد

آپکی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔۔

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام